انسانیت کے محسنِ اعظمؐ

اور

شریف و متمدن دنیا کا اخلاقی فرض

اس انگریزی مقالہ کا اصل اردو متن جو ۲۲ اگست ۱۹۸۹ء کو اسلامک اسٹڈیز سنٹر آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ میں پڑھا گیا، اور ۲۶ اگست کو لندن کے بین الاقوامی اسلامک سنٹر پارک روڈ میں مختلف ملکوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے ایک عظیم مجمع کے سامنے عربی، اردو تقریروں اور تشریح و ترجمانی کے ساتھ پیش کیا گیا۔

از

مولانا ابوالحسن علی ندوی

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق محفوظ)

بار اوّل

۱۴۱۰ھ — ۱۹۸۹ء

کتابت ——— ظہیر احمد کاکوروی
طباعت ——— لکھنؤ پبلشنگ ہاؤس (آفسٹ)
صفحات ——— ۳۲
قیمت ——— ۱۰/-

باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

طابع و ناشر

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام بکس ۱۱۹ پوسٹ لکھنؤ
(ندوۃ العلماء)

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ و تعارف

از۔ فاضل گرامی پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی

آکسفورڈ کی وہ شام[1] یادگار رہے گی جب فاضل محترم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب زادمجدہٗ نے پیش نظر مقالہ انگریز، افریقی اور ہندو پاکستانی دانشوروں کے ایک غیر معمولی اجتماع کے سامنے بڑے جذبہ لیکن عالمانہ وقار کے ساتھ پیش فرمایا تھا۔

یہ ایک دل دردمند کا انسانیت سے خطاب ہے، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق بعض حالیہ مطبوعات نے مولانا محترم میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا کردی تھی، اور وہ چاہتے تھے کہ اس بار جب انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھیں تو مغرب کو بتائیں کہ ذات نبویؐ نے اُن کو کیا دیا ہے، اس مقالہ میں ایک "مجروح احساس" نے تاریخی حقائق کو آواز دی ہے کہ وہ احسان فراموش ذہنوں کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے احسانات کی یاد دلائیں، اور بتائیں کہ احسان فراموشی ایسا اخلاقی جرم ہے جو انسانی سماج پر فوز و فلاح کے دروازے

---

[1] ۲۲ر اگست ۱۹۸۹ء کی شام مراد ہے، دعوت "سنٹر فار اسلامک اسٹڈیز" واقع آکسفورڈ یونیورسٹی کی طرف سے دی گئی تھی، اور جلسہ سنٹر کے ہال میں ہوا تھا خلیق صاحب خود اس میں شریک تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

بند کر دیتا ہے، مولانا کی فصیح و بلیغ تقریر جو عربی میں تھی، اہلِ زبان مسحور تھے، انگریزی میں اس کے ترجمے نے مغربی دانشوروں کو متحیر کر دیا، تقریر ختم ہوئی تو ہر ایک کی زبان پر مولانا کی تاریخی بصیرت، اخلاقی بلندی اور انسان دوستی کا ذکر تھا، پھر لندن میں مولانا سے یہ مقالہ سنا گیا اور بعض اور مقامات سے بھی وفود نے آکر دعوت دی لیکن مولانا اپنی دیگر مصروفیات کے باعث ہر جگہ نہ جا سکے، یہ مقالہ جو انگریزی، عربی، اردو تینوں زبانوں میں شائع ہو رہا ہے ہر جگہ گہری دلچسپی سے پڑھا جائیگا اور مولانا محترم کے ذاتی طور پر موجود نہ ہو سکنے کی تلافی کر دے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے انسان کے فکر و عمل میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا، آپؐ نے انسان کو انسانیت کا احترام سکھایا اور اس کرۂ ارض پر ایک نئے دور کا آغاز کیا، خود حضورؐ کا ارشاد ہے۔

بعثت لأتمم حسن الاخلاق۔	میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

خطبۃ الوداع کے موقع پر جب حضورؐ اپنا پیغامِ انسانیت کو پہونچا چکے تھے، اور اعلان خداوندی ہوا تھا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورہ المائدۃ ۔ ۳)	آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا۔

تو حاضرین بے اختیار پکار اٹھے تھے:۔

"ہم گواہ ہیں کہ تم نے اپنا فرض ادا کر دیا"

www.abulhasanalinadwi.org

موجودہ دور کے بعض احسان ناشناس لوگوں نے بنی نوع انسان پر حضور اقدسؐ کی تعلیم کے عظیم الشان اثرات سے آنکھیں بند کرلی ہیں۔ اُن کی یہ محرومی اُن کی اخلاقی اور سماجی پریشان حالی کی دلیل ہے، اور خود اُن کے لئے ضلالت و تباہی کی علامت ـــــ اس مقالہ میں مولانا نے تاریخی حیثیت سے بتایا ہے کہ حضورؐ نے انسانیت کو کیا دیا۔ تین تہذیبوں ـــــ رومی، ساسانی اور ہندوستانی ـــــ کے بنیادی افکار کو بدلا، انسان کو انسانیت کا احترام سکھایا۔ اس نئی تعلیم نے مستقبل کی گزرگاہوں کو اس طرح روشن کردیا کہ صدیوں سے اُن کے اثرات انسانی فکر کو متأثر کررہے ہیں۔ انسانی تاریخ کروٹیں بدلتی رہی، لیکن ان کے پیغام کی افادیت میں فرق نہ آیا۔ بلکہ اُس کی تاثیر میں اضافہ ہوتا رہا۔ منگولوں نے جب اسلامی دنیا کے سیاسی اور سماجی نظام کو مسمار کردیا اور وسط ایشیاء کے عظیم الشان شہر ویرانوں میں بدل گئے، اسلام کی تعلیم نے پھر اپنا اثر دکھایا اور زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ یہ غیر متمدن قومیں حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں۔ اور تہذیبی اقدار کو اُن سے تقویت پہونچی اور جو شہر انھوں نے تباہ کئے تھے، اُن کو از سر نو آباد کیا ـــــ ہمیشہ اسلامی فطرت پکارتی رہی ہے۔ ع

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

یورپ کے مشہور مورخین، اور ماہرین عمرانیات نے اسلام کے تہذیبی اور اخلاقی اثرات کو تسلیم کیا ہے، اور بتایا ہے کہ شریف اور متمدن دنیا پیغمبر اسلامؐ کے احسانات سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی۔ مولانا نے خود اُن مؤرخین کے بیانات کی روشنی میں ان احسانات کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے انداز بیان میں جو معروضیت، نقطۂ نگاہ میں

www.abulhasanalinadwi.org

جو صلابت اور آواز میں جو سوز و صداقت ہے اس کا احساس مقالہ کے مطالعہ ہی سے ممکن ہے۔

مولانا کی یہ آواز ایک خاص وقت میں ایک خاص مقام سے، خاص حالات کے تحت بلند ہوئی تھی، لیکن اس کا مطالعہ ہر شخص کے لئے بصیرت و استفادہ کا باعث ہوگا۔

خلیق احمد نظامی

۸ ستمبر ۱۹۸۹ء علی گڑھ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانیت کے محسنِ اعظمؐ

اور

شریف و متمدّن دنیا کا اخلاقی فرض

حضرات :- یہ دنیا جس میں ہم آپ رہ بس رہے ہیں اور آزادی کے ساتھ اپنے عقیدہ، ذوق، صلاحیت اور وسائل و امکانات کے ساتھ اپنے فرائضِ منصبی ادا کر رہے ہیں، اور اپنے ہم وطنوں (اور اس سے آگے بڑھ کر) اپنے ہمعصروں کے ساتھ مُہذّب اور شریفانہ اور پُرسکون اور خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں، اسی کے ساتھ تعلیمی وتدریسی، تصنیفی و تحقیقی، تجرباتی و اکتشافاتی میدان میں بھی اپنے اپنے درجہ اور حوصلہ کے مطابق حصہ لیتے ہیں، اور اس زندگی اور اس کے ماحول کو اس سے بہتر، اس سے زیادہ محفوظ و پُرامن، اس سے زیادہ خوشگوار و پُرسکون، اور اس سے زیادہ ترقی یافتہ و معیاری بنانے کی اُمنگ اور خواہش رکھتے ہیں، یہ دنیا اور یہ کرۂ ارض جس پر ہم رہتے بستے ہیں، ہمیشہ سے ایسا معتدل، پُرسکون، سنجیدہ و باوقار، متحمّل و روادار، فکری و تعمیری خدمات انجام دینے، اپنے اپنے عقیدہ و مسلک کے مطابق زندگی گزارنے، ایک دوسرے کا احترام و اعتراف کرنے اور بقائے باہم CO-EXISTENCE کے لئے ہمیشہ تیار نہیں تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس زمین پر بسنے والی نسلِ انسانی کئی بار خودکشی اور خود سوزی کے لئے تیار اور کمربستہ پائی گئی، اس دنیا کی تاریخ میں کئی دور ایسے گزرے ہیں کہ اس نسل انسانی نے زندہ اور باقی رہنے کا استحقاق کھو دیا، اور اس نے باشعور اور باضمیر انسانوں کے بجائے غیر ذی عقل جانوروں اور خونخوار و آدم خور درندوں کی شکل اختیار کر لی، تہذیب و تمدّن، علم و ہنر، اخلاق واقدار، نظام و قانون، اصول وضوابط سب پر ایک احتضار (عالمِ سکرات) کی کیفیت طاری ہو گئی۔

سب جانتے ہیں کہ تاریخ کی تدوین کا کام بہت دیر سے شروع ہوا، اور "ما قبل تاریخ" کا دور "ما بعد تاریخ" کے دور سے کہیں زیادہ طویل اور وسیع گزرا ہے پھر زوالِ آدمیت اور دورِ وحشت کی داستان کچھ ایسی خوشگوار اور قابلِ فخر بھی نہیں تھی کہ اس کو پیش کرنے میں مصنّفین و مؤرخین اپنی صلاحیتیں صرف کریں، اس لئے ہمیں بڑے بڑے طویل وقفوں کے بعد انسانی معاشرہ، تہذیب و تمدّن، اور حکومتوں اور نظامہائے مملکت کے زوال کے بارے میں تاریخی شہادتیں تاریخ عالم کے صفحات پر بکھری ہوئی ملتی ہیں، اور ان کا سلسلہ زیادہ تر پانچویں صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے ان میں سے چند یہاں درج کی جاتی ہیں۔

مشہور انگریز مصنف H.G.WELLS ساسانی اور بازنطینی حکومتوں کے ذکر میں اس عہد کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:-

"سائنس اور سیاست دونوں، ان برسرِ پیکار اور زوال پذیر حکومتوں میں موت کی نیند سو چکے تھے، ایتھنس ATHENS کے متاخرین فلسفیوں نے اپنی تنہاہی تک (جو اس پر مسلّط کر دی گئی تھی) عہد قدیم کے ادبی سرمایہ کو

www.abulhasanalinadwi.org

اگرچہ بغیر سوچے سمجھے مگر بے انتہا عقیدت کے ساتھ محفوظ رکھا تھا، لیکن اب دنیا میں انسانوں کا کوئی طبقہ ایسا باقی نہیں رہا تھا جو عہد قدیم کے شرفاء کی طرح جری اور آزاد خیالی کا حامی ہوتا، اور قدماء کی تحریروں کی طرح تلاش و تحقیق یا جرأت مندانہ اظہار خیال کا داعی ہوتا۔

اس طبقہ کے ختم ہونے کی خاص وجہ سیاسی و سماجی افراتفری تھی، لیکن ایک وجہ اور بھی تھی جس کے باعث اس عہد میں ذہن انسانی کند اور بنجر ہو چکا تھا، ایران اور بازنطینہ دونوں ملکوں میں عدم رواداری کا دور دورہ تھا، دونوں حکومتیں ایک نئے انداز کی مذہبی حکومتیں تھیں جس میں آزادانہ اظہار خیال پر کڑے پہرے بٹھا دیئے گئے تھے"[1]

بازنطینی شہنشاہی پر ایرانی شہنشاہی کے حملے اور بازنطینیوں کی فتح کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد چھٹی صدی عیسوی میں سماجی و اخلاقی پستی پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنف لکھتا ہے :-

"اگر کوئی سیاسی پیش گو ساتویں صدی کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ پورا یورپ اور ایشیا منگولوں کے زیر اقتدار آجائے گا، مغربی یورپ میں نہ کوئی نظم تھا نہ اتحاد، بازنطینی اور ایرانی حکومتیں ایک دوسرے کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں، ہندوستان بھی منقسم اور تباہ حال تھا"[2]

---

[1] H. G. WELLS, A SHORT HISTORY OF THE WORLD, (LONDON-1924), PP. 140-41

[2] A SHORT HISTORY OF THE WORLD (LONDON-1924), P. 144.

www.abulhasanalinadwi.org

رابرٹ بری فالٹ ROBERT BRIFFAULT لکھتا ہے :-

"پانچویں صدی سے لے کر دسویں صدی تک یورپ پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور یہ تاریکی تدریجاً زیادہ گہری اور بھیانک ہوتی جارہی تھی، اس دور کی وحشت و بربریت، زمانۂ قدیم کی وحشت و بربریت سے کئی درجہ زیادہ بڑھی چڑھی تھی، کیونکہ اس کی مثال ایک بڑے تمدّن کی لاش کی تھی، جو سڑ گئی ہو، اس تمدّن کے نشانات مٹ رہے تھے، اور اس پر زوال کی ٹھہرلگ چکی تھی، وہ ممالک جہاں یہ تمدّن برگ و بار لایا اور گزشتہ زمانہ میں اپنی انتہائی ترقی کو پہنچ گیا تھا، جیسے اٹلی، فرانس، وہاں تباہی، طوائف الملوکی اور ویرانی کا دور دورہ تھا"[1]

قدیم مذاہب نے جس تہذیب کو پروان چڑھایا تھا، اس کے زوال کے بارے میں جے، ایچ ڈینی سن J. H. DENISON لکھتا ہے :-

"پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذّب دنیا افراتفری کے دہانہ پر کھڑی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چار ہزار سال کی مدت میں جس تہذیب نے بال و پر نکالے تھے وہ منتشر ہونے والی ہے، اور انسان پھر اسی بربریت کی جانب لوٹنے والا ہے، جس میں ہر قبیلہ اور فرقہ ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو جائے اور امن و امان معدوم ہو جائے ..... پرانے قبائلی نظام کی توانائی ختم ہو چکی تھی ..... عیسائیت نے جو روایات قائم کی تھیں وہ اتحاد اور نظم کے بجائے تفرقہ اور تباہی کی جانب

---

[1] ROBERT BRIFFAULT, THE MAKING OF HUMANITY, (LONDON-1919) P. 164

www.abulhasanalinadwi.org

لے جارہی تھیں، یہ زمانہ المناک تھا، تہذیب جو ایک تناور درخت کی طرح
ساری دنیا کو اپنے سایہ میں لئے ہوئی تھی اور جس کی شاخیں علم وفن اور
ادب کے زرّیں پھل دے چکی تھیں بربادی کے قریب تھی، اسے گھن لگ چکا تھا۔"[1]

نسل انسانی اور تہذیب وتمدّن کی اس جاں کنی کے عالم میں جزیرۃ العرب میں خدا نے ایک انسان کو پیدا کیا اور نوعِ انسانی کو نہ صرف بچانے بلکہ انسانیت کے اس اعلیٰ سے اعلیٰ مقام تک پہنچانے کا دشوار ترین اور نازک ترین کام سپرد کیا، جو مؤرخوں کے وسیع تجربے اور شاعروں کے بلند تخیّل سے بھی فزوں تر تھا، اور اگر اس کے لئے ناقابلِ انکار تاریخی شہادتیں اور تواتر نہ ہوتا تو اس کا یقین کرنا بھی مشکل تھا، یہ محمّد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی جو چھٹی صدی مسیحی میں ظہور میں آئی، آپؐ کا پہلا کام یہ تھا کہ آپؐ نے اس تلوار کو جو نوعِ انسانی کے سر پر لٹک رہی تھی، اور کوئی گھڑی تھی کہ اس کے سر پر گر کر اس کا کام تمام کردے، ہٹا لیا، اور اس کو وہ تحفے عطا کئے جنھوں نے اس کو نئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت، نئی عزّت اور نئی منزلِ سفر عطا کی، اور ان کی برکت سے انسانیت، تہذیب وتمدّن، علم وفن، روحانیت واخلاص اور تعمیرِ انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہوا، انھوں نے انسانی معاشرہ کو ایک بے بہا دولت عطا کی جس پر انسانیت کی خیر وبرکت اور تمدّن کی تعمیر وترقی کا دارومدار ہے، وہ قیمتی سرمایہ ہے: بھلائی سے محبّت اور برائی سے نفرت کا مقدّس ترین جذبہ، اور شرک کی قوتوں اور اس کے مرکز کو پاش پاش کرنے اور خیر کی توسیع وترقی کے لئے قربانیاں دینے کا مبارک عزم، انسان کی تمام ترقیات، سربلندیوں اور ناقابلِ فراموش کارناموں کا اصل اور اساسی

---

[1] DENISON, J. H., EMOTION AS THE BASIS OF CIVILIZATION, (LONDON-1928), P. 265

www.abulhasanalinadwi.org

سبب یہی مقدس جذبہ اور مبارک عزم ہے کیونکہ تمام اسباب و وسائل، ساز و سامان اور تجربہ و تحقیق کے ادارے، انسان کے عزم و ارادہ کے تابع ہیں، انھوں نے قساوت و بہیمیت کو رحمت و رأفت اور شرافت و انسانیت میں بدل دیا، انھوں نے اپنی اعلیٰ تعلیمات کی اشاعت کی، اس کے لئے مسلسل و متواتر جدّ و جہد جاری رکھی، عیش و آرام کی پرواہ نہیں کی، عزّت و وقار کا خیال نہیں کیا، حتیٰ کہ اپنے جسم و جان کی بھی فکر نہیں کی۔

اس مسلسل و جاں کاہ محنت و مشقت کے نتیجہ میں انسانیت سے عاری حیوانوں اور پھاڑ کھانے والے درندوں میں، ایسے نیک نفس لوگ پیدا ہوئے، جن کے انفاس سے دنیا مُعطّر ہوگئی، جن کے حُسن و جمال سے انسانیت کی تاریخ میں دل کشی و رعنائی آگئی، جو رفعت و منزلت میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے، تباہ و برباد ہونے والی انسانیت کو نئی زندگی مل گئی، عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگیا، کمزوروں میں طاقت والوں سے اپنا حق وصول کرنے کی ہمّت و طاقت پیدا ہوئی، بھیڑیوں نے بکریوں کی گلّہ بانی کی، فضاؤں میں رحم و کرم کی خنکی چھا گئی، اُلفت و محبت کی خوشبو پھیل گئی، سعادت کا بازار گرم ہوگیا، دنیا میں جنّت کی دکانیں سج گئیں، ایمان و یقین کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگیں، انسانی نفوس ہوا و ہوس کی گرفت سے آزاد ہوگئے، قلوب بھلائیوں کی طرف ایسے کھنچنے لگے جیسے مقناطیس کی طرف لوہے کے ٹکڑے۔

ہم اختصار اور انتخاب کے طور پر ان چند بنیادی اور قیمتی عطیّوں کا ذکر کریں گے، جن کا نوعِ انسانی کی رہنمائی، صلاح و فلاح اور تعمیر و ترقی میں نمایاں کردار رہا ہے، اور جنھوں نے ایک زندہ اور درخشندہ دنیا کی تخلیق و تشکیل کی ہے، جو کہنہ اور زوال پذیر دنیا سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

وہ عطیات GIFTS درج ذیل ہیں :-

۱۔ صاف اور واضح عقیدۂ توحید۔

۲۔ انسانی وحدت و مساوات کا تصوّر۔

۳۔ انسانیت کے شرف اور انسان کی عزّت و بلندی کا اعلان۔

۴۔ عورت کی حیثیتِ عُرفی کی بحالی، اور اس کے حقوق کی بازیابی۔

۵۔ ناامیدی اور بدفالی کی تردید اور نفسیاتِ انسانی میں حوصلہ مندی اور اعتماد و افتخار کی آفرینش۔

۶۔ دین و دنیا کا اجتماع اور حریف و برسرِ جنگ انسانی طبقات کی وحدت۔

۷۔ دین و علم کے درمیان مقدّس دائمی رشتہ کا قیام و استحکام، اور ایک کی قسمت کو دوسرے کی قسمت سے وابستہ کر دینا، علم کی تکریم و تعظیم اور اسے بامقصد مُفید اور خدا رسی کا ذریعہ بنانے کی سعیِ محمود۔

۸۔ عقل سے دینی معاملات میں بھی کام لینے، فائدہ اٹھانے، اور اَنفُس و آفاق میں غور و فکر کی ترغیب۔

۹۔ اُمتِ اسلامیہ کو دنیا کی نگرانی و رہنمائی، انفرادی و اجتماعی اخلاق و رجحانات کے احتساب، دنیا میں انصاف کے قیام اور شہادتِ حق کی ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ کرنا۔

۱۰۔ عالم گیر اعتقادی و تہذیبی وحدت کا قیام۔

اب ہم اپنی طرف سے زیادہ کہنے اور تشریح کرنے کے بجائے چند مستند مغربی مفکّرین و مصنّفین اور ادباء و مؤرّخین کے تأثّرات و اعترافات پیش کرتے ہیں،

www.abulhasanalinadwi.org

اس مہذّب دنیا کی جن چند چیزوں سے آبرو قائم ہے اور جن کی بدولت تہذیب، تاریخ، اخلاقیات اور ادب و شاعری تک کی قدر و قیمت باقی ہے، وہ ناقابلِ انکار حقائق و واقعات کا اظہار و اعتراف، جوہر و کمال کی قدر دانی، اور محسنوں کا تشکّر اور احسان مندی ہے، اور جس دن ہماری یہ دنیا، ہماری ادبیات، ہمارا اخلاقی نظام اور ہماری ادبی صلاحیّت اور اظہارِ خیال کی آزادی اس شریفانہ عنصر سے محروم اور عاری ہو جائے گی، اس دنیا میں رہنے اور بسنے کی لذّت و عزّت جاتی رہے گی، اور دنیا چوپایوں اور درندوں کی ایک بستی بن جائے گی، جہاں سوائے پیٹ بھر لینے، اپنی سفلی خواہشات کی تکمیل اور ہوا و ہوس کے سوا کوئی محرّک طاقت نہیں ہوگی، اور جہاں استاد و شاگرد، لینے والے اور دینے والے، معالج و مریض، (حتیٰ کہ مادر و پدر و فرزند) کے درمیان رشتہ، اور محافظ و رہزن کے فرق کا احساس بھی جاتا رہے گا۔

اسی فطری جذبۂ احسان مندی کے بارے میں "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" کے مقالہ نگار ولیم، ایچ، ڈیوڈسن WILLIAM H. DAVIDSON کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک فطری اور عالم گیر انسانی جوہر ہے، جس کو ہر زمانہ میں زندہ رہنا چاہیئے۔

مقالہ نگار لکھتا ہے:-

"بقول تھامس براؤن THOMAS BROWN جذبۂ تشکّر محبّت کے اس فرحت بخش جذبہ کا نام ہے جو ہم کسی دوسرے سے فائدہ پہنچنے پر محسوس کرتے ہیں، یہ احساس بذاتِ خود اس منفعت کا ایک جزء ہے جس سے ہم مستفید ہوتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

احسان مندی کسی مہربانی کا ردِّ عمل ہے، جو پورے خلوص اور انبساط کے ساتھ واقع ہوتا ہے، یہ ردِّ عمل فوری اور فطری ہوتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ فطرتِ انسانی کی تشکیل کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ انسانوں کے درمیان محبت و یگانگت اس کی بنیادی صفت ہے، اور نفرت و دشمنی (اپنی تمام علامتوں کے ساتھ) غیر فطری اور مخرّبِ اخلاق ہے۔[1]

اس اخلاقی پستی، دنائتِ طبع، ضمیر کے مردہ و مفلوج ہونے اور شرافتِ انسانی کے آخری اثر سے محروم ہو جانے کا سب سے بڑا مظہر، مذہبی پیشواؤں، معمارانِ انسانیت اور محسنینِ عالم کی نہ صرف احسان فراموشی، بلکہ ان کے بارے میں وہ زبان و اسلوب اختیار کرنا ہے جو پست سے پست انسانوں کے بارے میں بھی روا نہیں ہے، اور جس سے نہ صرف ان کے کروروں ماننے والوں اور ان پر جان قربان کرنے والوں کے دل و دماغ مجروح ہوتے ہیں بلکہ حقائق کا بھی خون ہوتا ہے اور دیکھنے والی آنکھوں میں خاک جھونکی جاتی ہے، کسی شریف معاشرہ اور کسی مہذّب ملک کو بھی ایسے دنیّ الطبع، ضمیر فروش، احسان فراموش اور غیر مہذّب انسانوں کو برداشت نہیں کرنا چاہیئے۔

اس کے مقابلہ میں ہم اس مغربی دنیا کے (جہاں ہم اپنے خیالات پیش کر رہے ہیں) چند ترقی یافتہ اور شمالی ملکوں کے منصف مزاج، حقیقت پسند اور بلند پایہ مصنفین اور ادیبوں کے تأثرات اور خیالات پیش کرتے ہیں۔

فرانس کا مشہور ادیب لیمرٹائن LAMARTINE نبوّتِ محمدیؐ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

---

[1] ENCYCLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS, EDINBURG-1913, VOL. 6, P. 391

www.abulhasanalinadwi.org

"کسی بھی انسان نے کبھی بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر اپنے لئے اتنا رفیع الشان مقصد منتخب نہیں کیا، اس لئے کہ یہ مقصد انسان کی طاقت سے باہر تھا، توہمات اور خوش اعتقادیوں کو جو انسان اور اس کے خالق کے درمیان حجاب بن گئی تھیں، زیر و زبر کرنا، انسان کو خدا کے حوالہ کرنا، اور خدا کی چوکھٹ پر انسان کو لانا، اس زمانہ کی اصنام پرستی کے مادّی خداؤں کی جگہ خدائے واحد کے پاکیزہ اور عقلی تصوّر کو از سرِ نو بحال کرنا، یہ تھا وہ عظیم مقصد.... کسی انسان نے کبھی بھی ایسے عظیم الشان کام کا جو کسی صورت سے انسانی طاقتوں کے بس کا نہ تھا، اتنے کمزور ذرائع کے ساتھ بیڑا نہیں اٹھایا.....

خدا کی توحید کا ایسے دور میں اعلان کرنا، جب کہ دُنیا لاتعداد ضمنی خداؤں کی پرستش کے بوجھ سے دبی ہوئی تھی، بذاتِ خود ایک قوی معجزہ تھا، محمدؐ کی زبان سے جیسے ہی اس عقیدہ کا اعلان ہوا، بُتوں کے تمام قدیم معبدوں میں خاک اُڑنے لگی، اور ایک تہائی دنیا ایمانی حرارت سے لبریز ہو گئی"[1]

جان ولیم ڈریپر JOHN WILLIAM DRAPER یورپ کی ذہنی و علمی تاریخ کے ضمن میں لکھتا ہے :-

"۵۶۹ء میں جسٹی نین JUSTINIAN کی موت کے چار سال بعد

---

[1] لیمرٹائن LAMARTINE ہسٹری ڈی لاٹرکی ج ۲ ص ۲۷۶-۲۷۷ پیرس (۱۸۵۴ء)

(HISTOIRE DE LA TURQUIE, PARIS-1854, VOL 2, PP. 276-277)

www.abulhasanalinadwi.org

سرزمینِ عرب کے شہر مکہ میں وہ شخص پیدا ہوا جس نے نسلِ انسانی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا[1]۔"

وہ مزید لکھتا ہے :۔

"محمدؐ میں وہ صفات جمع ہو گئی تھیں جنھوں نے ایک سے زائد بار سلطنتوں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہے ..... انھوں نے مابعد الطبیعیات کے بیکار مباحث میں پڑنے کے بجائے لافانی صداقتوں پہ زور دیا، اور اپنے آپ کو صفائی ستھرائی، سنجیدگی، روزے اور نماز کے ذریعہ لوگوں کی سماجی ترقی کے لئے وقف کر دیا[2]۔"

اس صدی کا عظیم مفکر و مؤرخ ٹائن بی TOYNBEE لکھتا ہے :۔

"مسلمانوں میں نسلی امتیاز کا مکمل خاتمہ اسلام کا ایک عظیم کارنامہ ہے، موجودہ دنیا کی جو حالت ہے اس میں اسلام کی اس خصوصیت کی تبلیغ و اشاعت وقت کی اہم ترین ضرورت ہے[3]۔"

یہ عجیب اتفاق ہے کہ دو سو سال قبل تھامس کارلائل (THOMAS CARLYL) نے تمام پیغمبروں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہیرو منتخب کیا تھا، اور اب بیسویں صدی کے اخیر میں امریکہ کے مائکل ایچ ہارٹ (MICHAEL H. HART.) نے ان لوگوں کی فہرست میں جو تاریخ عالم میں انسانیت پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوئے ہیں

---

[1] JOHN WILLIAM DRAPER, A HISTORY OF THE INTELLECTUAL DEVELOPMENT OF THE EUROPE, LONDON-1875, Vol. I, P. 229

[2] *IBID*. P. 330

[3] TOYNBEE, A. J. CIVILIZATION ON TRIAL, NEW YORK-1948, P. 205

www.abulhasanalinadwi.org

آپؐ کا ہی نام سرفہرست رکھا ہے۔[1]

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین اور آپؐ کی پیدا اور تربیت کی ہوئی امت کے پوری نسل انسانی پر جو ناقابلِ فراموش احسانات ہیں، اور اس تہذیب و تمدن کے بقا و ارتقاء کے عمل میں اس کا جو عظیم الشان کردار رہا ہے اس کو مختصراً ہم دو ناقابلِ انکار تاریخی واقعات کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں اچانک دنیا کے متمدن ممالک تہذیب و تمدن، علم و ثقافت، اخلاق و انسانیت اور وسیع ترین اور عمیق ترین اثرات رکھنے والے دو مذہبوں اسلام اور عیسائیت، ان کے پیروؤں، اور ان کی قائم کی ہوئی وسیع، ترقی یافتہ اور زرخیز سلطنتوں اور خود انسانیت کے مستقبل کو ایک ایسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا جو ماضی کی سب کوششوں پر پانی پھیر دینے والی، حال کے حسن و جمال اور فضل و کمال پر ــــــــــ ــــــــــ خطِ تنسیخ پھیر دینے والی اور مستقبل کے تمام روشن امکانات کو مشکوک و مشتبہ بنا دینے والی تھی، یہ نیم وحشی تاتاریوں اور منگولوں[2] کا اپنے غیر معمولی اور عبقری GENIUS قائد چنگیز خاں (تموچن) کی قیادت میں متمدن مغربی و شمالی دنیا پر اچانک حملہ تھا، جو ۶۱۶ھ / ۱۲۱۹ء سے شروع ہوا، اس حملہ کی ہولناکی، ہوش ربائی، اور اس کے دنیا کے پورے تہذیبی و تمدنی، دینی و علمی، عقلی و فکری، تعمیری و صنعتی ورثہ کو برباد کر دینے کی صلاحیت اور اس کے آثار و امکانات کے ظاہر ہو جانے کا اندازہ ان چند اقتباسات

۱؎ HART, MICHAEL H., THE 100—A RANKING OF THE MOST INFLUENTIAL PERSON IN HISTORY, NEW YORK, 1978, P. 26

۲؎ مغربی مصنفین اور انگریزی لکھنے والے تاتاریوں کو عام طور پر MONGOLS کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

سے ہوگا جو ہم چنگیز خاں کے مستند مؤرخ ہیرلڈ لیمب HAROLD LAMB کی کتاب GENGHIS KHAN, سے پیش کرتے ہیں :۔

"اس کے راستہ میں جو شہر آتے اکثر حرفِ غلط کی طرح مٹ جاتے، دریاؤں کے رُخ بدل جاتے، صحراء کے صحراء سراسیمہ اور لبِ مرگ پناہ گزینوں سے بھر جاتے، اور اس کے گزر جانے کے بعد ان علاقوں میں جو کبھی آباد تھے، بھیڑیوں اور کرگسوں کے سوا کوئی زندہ مخلوق باقی نہ بچتی"[1]

"عیسائی دنیا بھی چنگیز خاں کی موت[2] کے بعد منگولوں کی اگلی پشت کے مقابلہ میں اتنی ہی سراسیمہ و حیران تھی، جب کہ خونخوار مغل شہسوار مغربی یورپ کو روندتے پھرتے تھے، پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا ہزیمت کھا کے جنگ کے میدانوں سے بھاگے تھے اور سائی لیسیا کا ڈیوک ہنری اپنے تیوتانی شہسواروں کے ساتھ لڑتا ہوا لیگ نٹز LIEGNITZ[3] میں مارا گیا تھا"[4]

"یہ ایک ایسی جنگ تھی جو ہر حد سے متجاوز تھی، اس حد تک جیسی دوسری عالم گیر جنگ، یہ بغیر منافرت کے بنی نوع انسان کا قتلِ عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا"[5]

"انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ منگولوں کو روک سکیں، دشت و صحراء کے

---

[1] HAROLD LAMB, GENGHIS KHAN, (LONDON–1928), P. 11-12.

[2] ۶۲۴ھ [3] لیگ نٹز LIEGNITZ جرمنی کی مشرقی سرحد کے قریب واقع ضلع وروکلا (WROCLAW) پولینڈ میں وروکلا شہر کے قریب بستی ہے، اس کا نیا نام لگنیکا (LEGNICA) ہے۔

[4] GENGHIS KHAN, *OP. CIT.*, P. 12.

[5] GENGHIS KHAN *OP. CIT*, P. 166.

www.abulhasanalinadwi.org

تمام خطروں پر وہ غالب آئے، پہاڑ، سمندر، موسمی سختیاں، قحط، وبائیں کوئی بھی ان کی راہ میں مزاحم نہ ہو سکا، کسی قسم کے خطروں کا انھیں خوف نہ تھا، کوئی قلعہ ان کے حملہ کی تاب نہ لا سکتا تھا، اور رحم کے لئے کسی مظلوم کی فریاد ان پر اثر نہ کرتی تھی"[1]

"اس کی فتوحات کا زیادہ تر اس کے دشمن مؤرخوں نے ذکر کیا ہے، تہذیب و تمدن پر اس کا حملہ اس قدر ہولناک اور تباہ کن تھا کہ نصف کرۂ ارض میں پھر نئے سرے سے ابتداء کرنی پڑی، پریسٹر جان کی حکومت اور ختا، قراختائی، خوارزم اور اس کے مرنے کے بعد، بغداد، روس اور پولینڈ کی سلطنتیں نیست و نابود ہو گئیں، جب یہ ناقابل شکست وحشی کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخود ختم ہو جاتیں، حالات کی پوری رفتار چاہے وہ پہلے اچھی ہوتی یا بری، بالکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کے بعد جو لوگ باقی بچتے ان کے درمیان عرصہ تک امن قائم رہتا"[2]

کیمبرج کی "تاریخ عہد وسطیٰ" کے مصنفوں نے منگولوں کے اس لرزہ خیز حملہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-

"تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور یعنی ایک شخص واحد کی یہ قابلیت کہ بنی نوع انسان کے تمدن کو بدل دے، چنگیز خاں سے شروع ہوا اور اس کے پوتے قوبیلائی خاں پر ختم ہو گیا، جس کے زمانہ میں مغلوں کی سالم اور بسیط سلطنت نے تقسیم و تفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کر دیئے، ایسی طاقت

---

[1] IBID, P. 210. [2] IBID, P. 206.

www.abulhasanalinadwi.org

پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہیں ہوئی[۱]"

یہ حملہ اور اس کی دہشت ترکستان و ایران و عراق تک محدود نہ تھی یورپ کے دور دراز ملکوں تک پھیل چکی تھی، جہاں ان نیم وحشی تاتاریوں کا پہنچنا ایک بعید از قیاس بات تھی گبن GIBBON اپنی مشہور کتاب "تاریخ انحطاط و سقوط روما" (THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE.) میں لکھتا ہے :-

"سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تاتاری طوفان کی خبر سنی، ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے[۲]"

تاتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کو ایک تودۂ خاک بنا دیا، شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بچا، پھر سمرقند کو خاک سیاہ کر دیا، اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا، یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرامی شہروں کا ہوا، اس کا پورا امکان تھا، اور یورپ کی اخلاقی حالت، سیاسی انتشار و ابتری اور معاشرہ کی وہ خرابی (جس کا ہم نے حقیقت پسند اور حقیقت نگار مغربی مصنفین کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا ہے) اس کی دعوت دیتے تھے اور اس کے لئے فضا ہموار کرتے تھے کہ عالم اسلام کی آخری متحدہ طاقت خوارزم شاہی سلطنت کو نیست و نابود کرنے اور عالم اسلام کے مرکزی آباد اور گلزار شہروں کو کھنڈر بنانے کے بعد تاتاری مسیحی مغرب کا رخ کریں اور اس کا بھی وہی حشر ہو جو اسلامی مشرق کا ہوا۔

---

۱ GENGHIS KHAN, *OP. CIT.*, P. 210.

۲ EDWARD GIBBON, THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE, Vol. III, NEW YORK. n. d. P. 634.

www.abulhasanalinadwi.org

ایچ جی ولز (H. G. WELLS.) کا قول ہم نقل کر چکے ہیں کہ :۔

"اگر کوئی سیاسی پیشین گو ساتویں صدی کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ پورا یورپ اور ایشیا منگولوں کے زیر اقتدار آجائے گا"[1]

ہیرالڈ لیمب (HAROLD LAMB.) لکھتا ہے :۔

"(چنگیز خاں) کی جہاں آشوبی و غارتگری نے تمدّن کو ایسا سخت صدمہ پہنچایا کہ نصف دنیا میں تہذیب و شائستگی کو مر کر از سرِ نو جنم لینا پڑا..... خوارزم کی سلطنت، بغداد کی خلافت، روس کی مملکت اور کچھ دنوں کے لئے پولینڈ (پولار) کی حکومتیں مٹ گئیں"[2]

وہ مزید لکھتا ہے :۔

"جس وقت مغلوں نے دھاوا کیا تو جرمن فوجیں اور پولینڈ کی فوجیں مغلوں کے حملہ کی تاب نہ لاسکیں اور مغلوں نے ان کو تقریباً نیست و نابود کر دیا"[3]

لیکن دفعتاً معجزہ کی طرح ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے تاریخ کا رُخ ہی بدل دیا، اور متمدّن دنیا کو اطمینان کا سانس لینے ہی کا نہیں بلکہ تمدن و تہذیب، قوت و استحکام اور ترقی و خوشحالی اور علم و فکر کی خدمت کا نیا سفر شروع کرنے کا موقع دیا، وہ یہ کہ یہ ناقابلِ تسخیر فاتح قوم اپنے مفتوح اور بے دست و پا مسلمانوں کے دین کی حلقہ بگوش بن گئی، جو اپنی ہر قسم کی مادّی و سیاسی طاقت کھو چکا تھا۔

---

[1] A SHORT HISTORY OF THE WORLD, OP. CIT., P. 144.

[2] GENGHIS KHAN, OP. CIT., P. 206.

[3] *IBID.*, P. 231

www.abulhasanalinadwi.org

اور جس کے پیروؤں کو تاتاری سخت ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، پروفیسر ٹی ڈبلو آرنالڈ (T.W. ARNOLD) اپنی مشہور کتاب "دعوتِ اسلام" PREACHING OF ISLAM میں استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"لیکن اسلام اپنی گزشتہ شان و شوکت کے خاکستر سے پھر اُٹھا، اور واعظین اسلام نے انھیں وحشی مغلوں کو جنھوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا، مسلمان کر لیا"[1]

جن مخلصین نے اس خون آشام تاتاری قوم کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا، ان میں بہت کم لوگوں کے نام دنیا کو معلوم ہیں، مگر ان کا یہ کارنامہ تاریخ عالم کے کسی تعمیری، اصلاحی، یا انقلابی کارنامہ سے کم نہیں، ان کا احسان نہ صرف مسلمانوں پر، نہ صرف مسیحی مغرب پر بلکہ پوری انسانیت پر قیامت تک رہے گا کہ انھوں نے دنیا کو وحشت بربریت اور ایک بے یقینی اور سراسیمگی کی عالم گیر کیفیت سے نکال کر، نظم و انضباط، علم دوستی و علم پروری، جوہر شناسی اور فضل و کمال کی قدر دانی کی فضا میں منتقل کر دیا، اور علم و فکر، تصنیف و تالیف، تدریس و تعلیم، فن و ادب کے ایک معتدل فضا اور فضل و کمال اور محنت و جگر کاوی کی قدر کرنے والوں کے سایہ میں نئے سرے سے اپنا سفر شروع کیا۔

چنگیز خاں کی سلطنت اس کے انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں کی چار شاخوں میں بٹ گئی تھی، ان چاروں شاخوں میں اسلام کی اشاعت تیزی کے ساتھ شروع ہو گئی اور تاتاری خاقان اور ان کی دعوت و تبلیغ و اثر سے تاتاری قوم مسلمان ہونا شروع

---

[1] T.W. ARNOLD, THE PREACHING OF ISLAM, (LONDON-1935) P. 227

www.abulhasanalinadwi.org

ہوگئی یہاں تک کہ ایک صدی کے اندر اندر تقریباً ساری تاتاری قوم مسلمان ہوگئی۔[1]

اسلام کی اس اشاعت کا فرض انجام دینے والوں اور ان بزرگوں اور کارپردازانِ حکومت کے واقعات کا جن کی اخلاقی بلندی، دل آویزی، ذاتی کردار اور خلوص روحانیت کے اثر سے یہ خون آشام اور جنگجو تاتاری اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، آج بھی دلوں کو تڑپاتے اور روحوں کو گرما دیتے ہیں۔[2]

تاتاری من حیث القوم نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ ان میں بڑے بڑے مجاہد، بڑے بڑے عالم اور فقیہ اور بڑے بڑے باخدا درویش پیدا ہوئے، ان میں متعدد مصنف اور دانشور اور ادیب و شاعر بھی ہوئے۔

تاتاریوں کا قبولِ اسلام جس سے ان کا مزاج، ذوق و رجحان اور انسانیت و تمدن کے بارے میں نقطۂ نظر بدلا، صرف اسلامی مشرق پر ہی احسان نہیں ہے، بلکہ مسیحی مغرب اور ہندوستان کے تحتی برِ اعظم SUB-CONTINENT پر بھی احسان عظیم ہے، جس پر اسی ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں انھوں نے بیس تیس بار حملے کئے مگر ترکی النسل مسلمان سلاطین نے جن میں سلطان علاء الدین خلجی (م ۷۱۶ھ - ۱۳۱۶ء) اور اس کا فوجی قائد، الملک الغازی غیاث الدین تغلق شاہ (م ۷۲۵ھ - ۱۳۲۴ء) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ہر بار ان کو پسپا کر دیا، اور اس طرح یہ قدیم زرخیز ملک اور اس کا تہذیبی و علمی ورثہ اور خود وہاں کے دو بڑے مذاہب اسلام اور ہندو مذہب (اپنی ساری

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مضمون نگار کی کتاب "تاریخِ دعوت و عزیمت" حصہ اول ص ۳۲۲-۳۳۴ بعنوان "تاتاریوں میں اشاعتِ اسلام"۔

[2] ان کے بعض نمونے پروفیسر آرنلڈ کی کتاب PREACHING OF ISLAM اور صاحبِ مقالہ کی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

شاخوں کے ساتھ) تاتاریوں کی غارت گری سے محفوظ رہے۔

عالم انسانیت اور بالخصوص مغرب پر (جس کو مستقبل قریب میں اہم اور انقلاب انگیز علمی اکتشافات، ایجادات و اختراعات اور زندگی اور باہمی واقفیت کو سہل بنانے والے وسائل و آلات کا دریافت کرنے والا، اور دنیا کے دسترس میں دینے والا ملک بننا تھا) اُمّت مسلمہ کا یہ کارنامہ (تاتاری قوم کی نفسیاتی تبدیلی) ایک حفاظتی اور انتظامی نوعیت کا کارنامہ اور احسان تھا۔

اس کے بالمقابل اس کا ایک دوسرا کارنامہ یورپ کو علم و فکر کے نئے سرچشموں سے نہ صرف متعارف کرنا، بلکہ ان سے مستفید کرنا تھا، جس نے یورپ کی قرون مظلمہ (DARK AGES) میں اس کو نئی روشنی دکھائی اور اس نشأۃ ثانیہ (RENAISSANCE) کے لئے راہ ہموار کی، جس نے نہ صرف یورپ کی دنیا بدل دی بلکہ پوری دنیا کو نئے حقائق و معلومات سے آشنا کیا، اور تجربی علم SCIENCE کا وہ دور شروع ہوا جس نے اس دنیا کی کایا پلٹ دی، یہ اندلس (MUSLIM SPAIN) جس کے راستہ سے یورپ میں قدیم علمی ترکہ (فلسفہ و حکمت، ریاضی و طب) منتقل ہوا، اس نے مغرب کو جو سب سے بڑا علمی تحفہ دیا وہ حقیقت پسندی اور منطق استقرائی (INDUCTIVE LOGIC) کا تحفہ تھا، اور جس نے قیاس و استخراج (DEDUCTIVE LOGIC) کی جگہ لی، جس نے مغرب کے طریق فکر ہی کو بدل دیا، اور اس کے نتیجہ میں سائنس اور ٹکنالوجی کو نہ صرف ترقی کرنے کا موقع ملا بلکہ حقیقت میں ان کا وجود عمل میں آیا، مغرب کی ساری مفید تحقیقات، سائنس کے تجربات اور تسخیر کائنات کی جزئی و محدود کامیابیاں اور زندگی کے سفر کی مشکلات کا کسی حد تک ازالہ اسی "منطق استقرائی" کا نتیجہ ہے، جس سے یورپ ناآشنا تھا، اور جو اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

آزاد خیال اور جرءت مند محققین کی تحقیق کے مطابق مسلمان اسپین کے ذریعہ حاصل ہوا مشہور فرانسیسی فاضل اور مؤرخ GUSTAVE LEBON لکھتا ہے :-

"لوگ تجربہ اور معائنہ (منطق استقرائی) کو جدید علمی تحقیقات میں بنیاد کا درجہ دیتے ہیں FRANCIS BACON کی طرف منسوب کرتے ہیں، لیکن ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کا اعتراف کیا جائے کہ یہ پورا طریقہ اور نظام فکر عربوں کی دین ہے[۱]"

رابرٹ بری فالٹ (ROBERT BRIFFAULT) اپنی کتاب "تعمیر انسانیت" (THE MAKING OF HUMANITY) میں لکھتا ہے :-

"یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو اور اس کی ایسی نمایاں یادگاریں نہ ہوں جنھوں نے زندگی پر بڑا اثر ڈالا ہے[۲]"

دوسری جگہ لکھتا ہے :-

"صرف طبعی علوم ہی (جن میں اندلسی عربوں کا احسان مُسلّم ہے) یورپ میں زندگی پیدا کرنے کے ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ اسلامی تمدن نے یورپ کی زندگی پر بہت عظیم الشان اور مختلف النوع اثرات ڈالے ہیں اور اس کی ابتداء اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب اسلامی تہذیب و تمدن کی پہلی کرنیں یورپ پر پڑنی شروع ہوتی ہیں[۳]"

---

[۱] تمدن عرب از گستاولی بان ترجمہ از فرنچ شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی صفحہ ۴۰۰، مطبوعہ اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنؤ ۱۹۸۵ء۔

[۲] ROBERT BRIFFAULT, THE MAKING OF HUMANITY, (LONDON-1919), P. 190.

[۳] *IBID*, P. 202.

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ کی دینی تاریخ اور عیسائی کلیسا کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے پاپائی نظام کے مُصلحین اور اس کے بانیوں پر اسلام کے ذہنی و فکری اثرات کا کچھ اندازہ کر سکتے ہیں۔

سولھویں صدی مسیحی میں برپا ہونے والی لوتھر (LUTHER) کی تحریکِ اصلاح میں بھی اسلامی تعلیمات کا انعکاس ملتا ہے جیسے کسی شیشہ میں دور کی روشنی کی شعاعیں نظر آتی ہیں، اسی طرح قرونِ متوسطہ کی قدامت پرستی اور کلیسائی جبر کے خلاف تحریکوں سے یہ روشنی چھن چھن کر نظر آتی ہے[1]۔

حضرات! ان دونوں انقلاب انگیز احسانات کا اخلاقی اور انسانی تقاضہ ہے کہ ان کے حقیقی سرچشمہ کی عظمت اور احسان کا اعتراف کیا جائے اور اس کے بارے میں کسی تقریب و عنوان سے جب کبھی اظہارِ خیال کیا جائے یا اس کا علمی و تاریخی جائزہ لیا جائے، تو اس میں ہم ان اخلاقی قدروں کی پابندی کریں جو ہزاروں برس سے دنیا کی مختلف قوموں، تہذیبوں اور فلسفوں میں قابلِ احترام چلی آرہی ہیں، اور اس میں ہم کبھی ثقاہت و متانت، توازن و اعتدال اور انصاف و حق پسندی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں، اس کی تعلیم تمام مذہبی صحیفوں، اخلاقی تعلیمات اور بلند مرتبہ مؤرخین و ناقدین کے کردار و عمل نے دی ہے اور اس پر مذاہب، اقوام ہی نہیں بلکہ علم و دانش کے تبادلہ اور باہم استفادہ کا عمل قائم ہے، اور جس کے بغیر علمی و ادبی کاوشیں اور تنقید و تبصرہ کا باوقار کام ایک سنجیدہ اور تعمیری عمل کے بجائے فحش تاول نویسی، ہزلیات اور دشنام طرازی میں تبدیل ہو جائے گا، اور اس سے وہ منفی، انتشار انگیز اور نفرت خیز نتائج رونما ہوں گے جن سے علم و ادب ہزار بار پناہ مانگتے ہیں، اور ان سے قوموں، ملکوں کے باہمی تعلقات پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مارٹن لوتھر پر مقالہ۔

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ایک سطحی اور عامیانہ خیال ہے کہ اظہارِ خیال کی آزادی پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنا فرد کی آزادی کو سلب کر لینے اور جبر و استبداد (COERCION) کے عمل کے مرادف ہے، اور وہ کسی آزاد ملک کے آئین و دستور کو معطل کر دینے یا ناقابلِ عمل بنا دینے کے ہم معنی ہے، اظہارِ خیال کی ایسی آزادی جو تمام اخلاقی حدود کو پار کر جائے، انسانیت کے جلیل القدر محسنین و معماروں اور پیشوایانِ مذاہب کے بارے میں وہ مبتذل اور سوقیانہ (OBSCENE) زبان و اسلوب اختیار کرنے پر آمادہ کرے، جو ہزلیات و طنزیات اور ناول نگاری کے لئے کسی حد تک جائز قرار دیا جا سکتا ہے، جس سے تاریخی حقائق و مسلّمات کا خون ہو، اور ان قابلِ صد احترام مذہبی پیشواؤں اور پیغمبروں کے کروروں ماننے والوں کے دل زخمی ہوں، اور ملکوں اور معاشروں کے مختلف عناصر اور اجزائے ترکیبی کے تعلقات پر اثر پڑے، ایک ایسا مجرمانہ فعل ہے جس کی کسی مہذّب، امن پسند اور "بقائے باہم" (CO-EXISTENCE) کے اصول پر عمل کرنے والے ملک میں اجازت نہیں دی جا سکتی، خود متعدّد مغربی مفکّرین اور بلند مرتبہ دانشوروں نے اظہارِ خیال کی آزادی کو غیر محدود اور غیر مقیّد ماننے سے انکار کیا ہے، اور ایسی غیر محدود آزادی اظہارِ خیال کے ان سنگین نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے، جو اظہارِ خیال کی آزادی کو سلب کر لینے سے بھی زیادہ مُضر اور خطرناک ہیں، یہاں پر صرف دو بیانات پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ایسے اقتباسات اور شہادتیں ایک مقالہ سے زیادہ ایک مستقل کتاب کی طالب ہیں :-

"سنسر شپ یا شخصی اخلاقیات کے متعلق قوانین کو شخصی آزادی پر ناقابلِ برداشت پابندی سمجھ کر احتجاج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم

www.abulhasanalinadwi.org

پہلے سے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ جن آزادیوں پر یہ قوانین پابندی عائد کرتے ہیں، وہ ایک بہتر (یا کسی بھی) معاشرہ میں انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہیں، اس کے برعکس ان قوانین کے دفاع کا مطلب یہ ہے کہ یہ ضرورتیں لازمی نہیں ہیں، یا یہ کہ ان ضرورتوں کا حصول ان اقدار کو قربان کئے بغیر ممکن نہیں ہے جو شخصی آزادی سے اعلیٰ تر اور انسان کی عمیق ترین ضرورتوں کو پورا کرتی ہیں ۔۔ یہ وہ اعلیٰ اقدار ہیں جو محض داخلی نہیں بلکہ معروضی حیثیت رکھتی ہیں.

کسی شخص یا کچھ لوگوں کی آزادی کی حد کیا ہونا چاہئے اس موازنہ پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، اور دوسرے اقدار مثلاً برابری، انصاف، مسرت، تحفظ یا امن عامہ کے تقاضے کیا ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ غیر محدود نہیں ہو سکتی"[1]

سینٹیر بلیک اسٹون BLACKSTONE کی وہ تقریر جو امریکہ میں آزادی اظہار خیال کے قانون کی بنیاد تصور کی جاتی ہے، اس میں اس نے کہا تھا کہ :۔

" ہر آزاد شخص کو بلاشبہ یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ عوام کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے، اس پر پابندی لگانا پریس کی آزادی کو ختم کرنا ہے، لیکن اگر وہ ایسی بات چھاپتا ہے جو نامناسب، شر انگیز یا غیر قانونی ہو تو اسے اپنی اس جسارت کی ذمہ داری قبول کرنی ہوگی، پریس کو محتسب کی قدغن کے ماتحت کرنا آزادیِ ضمیر کو ایک ایسے شخص کے ذاتی رجحان پر چھوڑنا ہوگا جسے علم، مذہب اور حکومت کے اختلافی مسائل میں فیصلہ کن

---

[1] ISAIH BERLIN IN MODERN POLITICAL THOUGHT, (ed) WILLIAM EBENSTEIN, NEW DELHI, 1974, PP. 87-88.

www.abulhasanalinadwi.org

اور غلطی سے مبرّا مان لیا گیا ہو، لیکن خطرناک اور مجرمانہ تحریریں جنھیں غیر جانبدارانہ اور منصفانہ مقدمہ کے بعد نقصان دہ سمجھا جائے اس پر سزا دینا امن وامان، حکومت اور مذہب کی بقا کے لئے ضروری ہے، کیونکہ انھیں پر شہری آزادی کی بنیادیں قائم ہیں، اس طرح افراد کا ضمیر تو آزاد ہے لیکن اس کے غلط استعمال پر سزا دینا تعزیراتی قانون کا مقصد ہے[1]"

حضرات! ہم اس مضمون کو علامہ اقبال کی ایک نظم پر ختم کرتے ہیں، جس سے نہ صرف کانوں کا بلکہ دلوں اور روحوں کا ذائقہ بھی تبدیل ہوگا، بلکہ ان احسانات اور فتوحات کا استحضار بھی ہو جائے گا جو بعثتِ محمدی اور ذاتِ رسالت پناہ سے وجود میں آئیں اور جن کی مثال مذاہب واصلاحات کی تاریخ اور زمامدارانِ عالم کی زندگی میں نہیں ملتی۔

اقبال کہتے ہیں ؎

از دمِ سیرابِ آں اُمّی لقب	لالہ رُست از ریگِ صحرائے عرب
حرّیت پروردۂ آغوشِ اوست	یعنی امروزِ امم از دوشِ اوست
او دلے در پیکرِ آدم نہاد	او نقاب از طلعتِ آدم کشاد
ہر خداوندِ کہن را او شکست	ہر کہن شاخ از نمِ او غنچہ بست
گرمیٔ ہنگامۂ بدر و حُنین	جبدرؓ و صدیقؓ و فاروقؓ و حسینؓ
سطوتِ بانگِ صلوٰت اندر نبرد	قراءتِ الصّافات اندر نبرد

---

[1] ماخوذ از ایچ۔ ایم۔ سیروائی H.M. SEERVAI ہندوستان کا دستوری قانون CONSTITUTIONAL LAW OF INDIA. بمبئی ۱۹۸۳ء، جلد اول ص ۴۹۲

www.abulhasanalinadwi.org

تیغ ایوبی نگاہ بایزید — گنجہائے ہردوعالم راکلید
عقل ودل راستی ازیک جام مے — اختلاط ذکر و فکر روم ورے
علم وحکمت، شرع ودیں نظم امور — اندرون سینہ دل ہا ناصبور
حسن عالم سوز الحمرا و تاج — آنکہ از قدوسیاں گیرد خراج
ایں ہمہ یک لحظہ از اوقات اوست — یک تجلی از تجلیاتِ اوست
ظاہرش ایں جلوہ ہائے دل فروز — باطنش از عارفان پنہاں ہنوز

اس اُمّی لقب نبی ؐ کی خوش انفاسی کے فیض سے صحرائے عرب کے ریگزاروں میں گُل و لالہ کی بہار آگئی۔

آزادی کا جذبہ آپ ہی کی آغوش مبارک کا پروردہ ہے، اور اس طرح گویا اقوامِ عالم کی موجودہ ترقیاں آپ ؐ کے عظیم الشان ماضی کا ثمر اور نتیجہ ہیں۔

انسان کے پیکرِ خاکی میں آپ ؐ نے دھڑکتا ہوا دل رکھ دیا اور صحیح معنوں میں انسان کی صلاحیتوں سے پردہ اٹھایا اور اس کے جوہر ذاتی کو آشکار کیا۔

آپ ؐ نے تمام ہی خدایانِ کہن کو شکست فاش دی اور آپ ؐ کے فیض سے مرجھائی ہوئی شاخوں پر برگ و بار آنے لگے۔

بدر و حُنین کی گرمیٔ ہنگامہ آپ ہی کے جوش و خروش کے دم سے تھی، اور حضرت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ، حیدر کرار رضؓ اور شہید عالی مقام حضرت حسین رضؓ کی انقلابی شخصیتیں آپ ؐ ہی کی ہمہ صفت ذات کی تجلیاں تھیں۔

حالتِ جنگ میں بلند ہونے والی اذان کی سطوت و ہیبت اور تلاوت الصّافات کی لذّت و حلاوت آپ ؐ ہی کی دی ہوئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

صلاح الدین ایوبی کی شمشیر آبدار اور بایزید بسطامی کی نگاہ حقیقت بین دو عالم کے خزانوں کی کلید ثابت ہوئیں۔

ساقیٔ کوثر کے ایک جام سے عقل و دل دونوں ہی مست و سرشار ہو گئے، اور آپؐ کی تربیت گاہ میں رومی کا ذکر اور رازی کی فکر فلک پیما ہم آہنگ ہو گئی۔

علم و حکمت، دین و شریعت، انتظام سلطنت اور دنیا کے اندر پھیلی ہوئی روحانی طلب و تلاش اور سینوں میں دلوں کی بے قراری۔

الحراء اور تاج محل کا وہ حسن عالم سوز و دل افروز جو فرشتوں سے بھی خراج عقیدت لے لیتا ہے۔

یہ سب کارنامے آپؐ کے اوقات عزیز و گراں مایہ کے ایک مختصر لمحے، اور آپؐ کی بیشمار تجلیات میں سے ایک تجلی اور ایک جھلک کی حیثیت رکھتے ہیں۔

آپؐ کے فیض ظاہری کے اثرات ان جلوہ ہائے دل فروز کی شکل میں تو ظاہر ہو گئے، لیکن آپؐ کے وجود مبارک کا باطنی پہلو عارفانِ کامل کی نگاہ سے اب بھی پوشیدہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org